پشتونوں کی شناخت وادی سندھ کی تہذیبی پس منظر میں

The Identity of the Pashtoons in the Light of Indus Valley Civilization

ڈاکٹر حنیف خلیل*

Abstract

Indus Valley represents different ancient civilization of sub continent since very long, which leads some prominent ethnic groups. The Pashtun identity and impacts of Pashtun culture on different civilizations remained very significant in the context of Anthropological and cultural studies for academia. The present day Pakistan which was a part of Indian sub continent before its partition 1947 is resided by people who belong to four great civilizations i.e. Sindhis, Punjabis, Balochis and Pathans. The cultural heritage of the contemporary Pakistan is though thousand years old, yet it is referred to as Indian culture indus valley civilization. All the four provinces of prevailing Pakistan posses old relics of civilization but that of Sindh and Gandhara (Peshawar) are particularly replete with ancient Ghandhara civilization (Pashtun civilization) recognized as the ancient most and the most stable of both the civilization and that even in Sindh we can see the relics of Pashtun civilization during different periods of history. Not only in Sindh but also in Punjab and Baluchistant and other parts of Pakistan Pashtun cultural has been noted as tremendous and prominent and that is why it has affected other civilizations of Sub-continent. Before Islam vidaic civilization

---

* سابق ڈائریکٹر / ایسو سی ایٹ پروفیسر، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان سٹڈیز، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

i.e. Regvid Atharvid, Yajrvid and Samvid prevailed in India. Therefore, we have to establish the relation between vidis and Afghans. The above mentioned four holy books of Hindus were compiled during Aryan period. A lot of discussions have already taken place about the Aryan. We only want to explain that Aghan tribes had played a great role during that time in this article. Who were the Aryans, and what was their origin and what is the country of their origin? It is not certain but anyhow Aryans were Pashtun tribes who had been living in Afghanistan before they came to Indianan sub content. Mainly the Pashtun identity has been focused in historical context in this paper by supporting different references from history and other sources. It has also been focused that Pashtuns and their cultural identity in the context of Indus Valley Civilization remain very peculiar through the ages since thousands of years

وادی سندھ کا تہذیبی پس منظر ہزاروں سال قدیم آثار کی نشاندہی کرتا ہے جس سے برصغیر کے کئی قدیم اقوام کا رشتہ رہا ہے۔ ان اقوا م میں کچھ ایسے ہیں جو دریائے سندھ کے کناروں آباد تھے اور جن کو مقامی آبادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان قبیلوں اور اقوام میں دراوڑ، منڈا، نگر بٹو اور چند دیگر قدیم قبیلوں کا تذکرہ آتا ہے۔ اسی تہذیب سے وابستہ کچھ قبیلے ایسے ہیں جنھوں نے مختلف ادوار میں مختلف جھتوں کی شکل میں پہاڑی آبادیوں سے نیچے اتر کر دریائے سندھ کے زرخیز کناروں پر قبضہ کیا اور یہاں اپنی بستیاں آباد کیں۔ ان قبیلوں میں سب سے نمایاں آریائی قبیلے ہیں جنھوں نے دراوڑ اور دیگر مقامی آبادیوں کو پیچھے دھکیلا اور دریائے سندھ کے زرخیز کناروں پر قبضہ کر کے اپنی تہذیبی شناخت بنا لی۔ ان آریائی قبیلوں میں پشتوں بڑی تعداد میں پہاڑی سلسلوں سے نیچے اُتر کر مختلف ادوار میں دریا سندھ کے کناروں آباد ہوتے رہے جنھوں نے بعد میں اپنی تہذیبی، لسانی و ثقافتی اور تاریخی شناخت بنا ڈالی۔ یہ لوگ رگوید کے دور میں پکھتیں کے نام سے یاد ہوتے رہے بعد میں افغان پٹھان اور کئی دیگر ناموں سے ان کی شناخت رہی جن کو ہم آریائی قبیلوں میں

سے ایک بڑا قبیلہ بھی شمار کر سکتے ہیں اس تہذیبی شناحت کے پس منظر میں کہا جا سکتا ہے کہ پشتون جغرافیائی لحاظ سے ایک ایسے خطے میں ہزاروں سالوں سے آباد ہیں جس کی ایک جانب ایران ہے اور دوسری جانب ہندوستان۔ ایرانی اور ہندوستانی تہذیبیں عرصہ قدیم سے بہت مضبوط جڑیں رکھتی ہیں۔ ان تہذیبوں نے جہاں دنیا کی اور ثقافتوں کو متاثر کیا وہاں افغانستان یا پشتونوں کے سر زمین پر ان کے اثرات کا پڑنا بھی لازمی امر تھا لیکن پشتونوں کی تہذیبی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ ان کے اثرات نے ایران اور ہندوستان دونوں کو متاثر کیا۔ اتنی مستحکم تہذیبوں کے درمیان رہ کر بھی پشتوں ثقافت کی انفرادیت نہ صرف برقرار رہی بلکہ ان تہذیبوں پر گہرے نقوش بھی ثبت کیے۔

لسانی، سیاسی اور سماجی اثرات قبول کرنے سے پہلے ہندوستانی ثقافت نے پشتونوں کے مذہبی اثرات قبول کر لیے۔ اسلام سے پہلے ہندوستان میں ویدوں (رگوید، اتھروید، یجروید اور ساماوید) کا دور تھا لہذا ویدوں سے افغانوں کا کیا تعلق ہے ؟ سب سے پہلے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں ۔

ہندوؤں کی یہ چار مقدس کتابیں آریائی دور میں مرتب ہوئیں۔ آریاؤں کے بارے میں بہت تاریخی مباحث موجود ہیں مگر یہاں اتنا کہنا مقصود ہے کہ ان میں زیادہ عمل دخل افغان قبائل کا تھا۔آریا من حیث المجموع کون تھے؟ اور ان کا اصلی وطن کون سا تھا؟ یہ واضح نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اصل آریا افغان قبائل ہی تھے اور ان کا مسکن ہندوستان سے پہلے افغانستان ہی تھا۔ فرانسیسی مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے تو ان آریاؤں کو پٹھان ہی کہا ہے چنانچہ وہ تمدن ہند میں لکھتے ہیں :

> ''ان اقوام کے بیان سے پہلے ہم کچھ بیان آریاؤں کا کریں گے کیونکہ اگر چہ یہ تعداد میں کم ہیں لیکن اپنا اثر ڈالنے اور مذہب و زبان کے پھیلانے کے لحاظ سے ان کا بڑا درجہ ہے۔ اصلی آریا پنجاب کے شمال و غرب میں اس منفذ سے قریب ہیں جن کا نام ہم نے باب آریا رکھا ہے۔ یہ ایرانی افغان ہیں جو پٹھان کہلاتے ہیں اور درد ستان اور کافرستان کے باشندوں سے بہت مشابہ ہیں اور کشمیریوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے رنگ صاف، ناک خمدار، چہرے بیضاوی، بال بھورے اور بعض اوقات سفیدی مائل اور

آنکھیں عموماً کنجی ہیں۔ یہ خصائص ہندویوں میں کم پائے جاتے ہیں اور جہاں اکثر بال اور آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہوتی ہیں''۔(۱)

افغان دانشور پروفیسر عبد الحئ حبیبی نے مختلف تاریخی دستاویزات کے حوالوں سے آریاؤں کا وطن آریانہ ویجہ بتایا ہے اور ''آریانہ ویجہ'' کی لفظی ساخت کو افغان بتایا ہے۔ اس نے لکھا ہے :

''دریائے آمو کے شمالی کناروں اور آریانا ویجہ نامی شہر میں ۲۵۰۰ ق م میں یہ لوگ آباد تھے جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا تو باختر میں آگئے اور ہندوکش کے شمال و جنوب میں آباد ہو گئے۔ یہاں سے وہ دریائے سندھ کے آس پاس رہنے لگے اور ایک تہذیبی تسلسل قائم کیا جس کو ویدی تہذیب کہتے ہیں۔ اس تہذیب کے اثرات ویدوں میں نمایاں ہیں اور ان ہی ویدوں میں افغان قبائل کا تذکرہ بھی ہے''(۲) ترجمہ

جناب عین الحق فرید کوٹی نے ہندوستانی، ایرانی اور افغانی تہذیب کے ساتھ ترکمانیہ تہذیب کا ذکر بھی کیا ہے اور ان چاروں تہذیبوں کو چار ہزار سال قبل از مسیح کا قرار دیا ہے۔ وہ روسی ماہر آثار قدیمہ وی ایم میسن کی کتاب''روسی وسط ایشیا کا آثاراتی مطالعہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''وسط ایشیا میں حالیہ کھداؤیں کے دوران جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنوبی ترکمانیہ کی چار ہزار تا دو ہزار سال قبل از مسیح کی مستقل زرعی نظام کی حامل تہذیب کا اپنی ہم عصر ایرانی، افغانی اور پاک ہندو تہذیبوں سے گہرا رشتہ تھا''۔(۳)

گریئرسن نے بھی آریائی قبائل کے مختلف جتھوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا کہ سب سے پہلے یہ لوگ افغانستان میں رہے لہذا افغانی تہذیب ہی سے متاثر ہونا ایک لازمی امر تھا۔ گریئرسن کا بیان یہ ہے :

"We have seen above that the Aryans reached Persia as a united people, and that at an early period, before their language had developed into Eranian, some of them had continued their eastern progress into India. We are not to suppose that this took place all at once, in one incursion. Wave after wave advanced, the people first establishing themselves in Afghanistan, and thence, in further waves, entering India through the Kabul Valley". 4

ترجمہ: ''ہم دیکھتے ہیں کہ آریا متحد ہو کر پرشیا پہنچے اور ابتدائی دور میں جب ان کی

زبان ابھی ایران میں فروغ نہیں پائی تھی، ان میں سے کچھ نے ہندوستان میں مشرق کی طرف بڑھنا جاری رکھا۔ یہ تمام آریا ایک ہی جھتے میں آگے نہیں بڑھے۔ مختلف گروہوں میں بڑھتے رہے۔ یہ لوگ سب سے پہلے افغانستان میں مقیم ہوئے۔ اس کے بعد وادی کابل سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے''

روسی دانشور یوری گنگوفسکی کا بھی یہی بیان ہے :

''امکان اس کا ہے کہ اصل ہندو آریائی قبائل سندھ میں افغانستان کے جنوب مغرب اور جنوب سے درۂ بولان سے ہوتے ہوئے بالائی سندھ پہنچے اور پانچ دریاؤں کے دیس پنجاب درۂ گومل (ژوب وادی پار کر کے) اور درۂ خیبر (کابل وادی پار کر کے) شمالی علاقوں سے بھی پہاڑی دروں کو پار کر کے وادی کابل سے ہوتے ہوئے پہنچے ہوں اور کچھ مزید مشرق کی طرف سے خیبر طے کر کے آئے ہوں''۔۵

ان بیانات کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں یا ویدوں کے کچھ حصے ان ہی پشتونوں کی سرزمین میں لکھے گئے ہیں۔ وادی سوات میں ویدی تحریروں اور آریائی تہذیب کے آثار کی موجودگی تو پہلے سے تسلیم کی گئی ہے اور اس کے علاوہ افغانستان کے قندھار میں ویدوں کی تحریر کا ذکر گریئرسن نے کیا ہے :

"The earliest documents that we possess to illustrate the language used by the Indo-Arians of this period are contained in the Vedas, although we know that they still worshipped some gods by the same names. As those which were known to their Arian Ancestors while yet in the Manda. the hymns forming the collection known as the Vedas were composed at widely different times and in widely different localities, some in Arachosia, in what is now Afghanistan, and some in the country near the Jamna". 6

ترجمہ:''اس دور کے آریاؤں کی زبان کا ابتدائی مآخذ رگوید ہے۔ البتہ یہ معلوم ہے کہ اس دور تک یہ لوگ مختلف ناموں کے چند دیوتاؤں کو پوجتے تھے، بالکل اسی طرح جو آریاؤں کے اسلاف منڈا ملک میں پوجتے تھے۔ رگوید کے حمد یہ اشعار مختلف اوقات اور مختلف وسیع علاقوں میں لکھے گئے ہیں۔ جس میں کچھ آرا چوسیا (موجودہ افغانستان) اور کچھ جمنا کے قریب ملک میں لکھے گئے ہیں''۔

گریئرسن کے اس بیان کے ساتھ ان کے 'لنگوسٹک سروے آف انڈیا'' میں پروفیسر ہرٹل کے حوالے سے ایک حاشیہ میں ویدوں کی تحریر کے سلسلے میں پرشیا کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو پشتونوں کا مسکن رہا ہے حاشیہ یہ ہے :

"Professor Hertal maintain that the older hymns of the Rigveda were composed in Persia, before the migration of the Arians into India, and that they were sacred hymns of the Arians before the great spirit". 7

ترجمہ:''پروفیسر ہرٹل اسی بات پر قائم ہے کہ رگوید کے سرو د آریاؤں کے ہندوستان میں ورود سے پہلے پرشیا میں لکھے گئے ہیں۔ یہی حمد یہ اشعار آریاؤں کے منتشر ہونے سے پہلے بھی ان کے مقدس سرود تھے''۔

ان بیانات میں خاص بات یہ ہے کہ آرین کے ہندوستان میں وارد ہونے سے پہلے وید تحریر ہو چکے تھے اور ہندوستان میں ورود کے ساتھ وہ ویدی تہذیب جو پشتون تہذیب و تمدن اور جغرافیائی اثرات سے متاثر تھی اپنے ساتھ لے گئے۔ یہاں تک کہ افغانستان سے جانے والے لوگوں نے ہندوستان میں پہلے سے موجود ہ تہذیب پر اپنے اثرات کچھ اس انداز سے مرتب کیے کہ سابقہ تہذیب تقریبا معدوم ہو گئی۔ چنانچہ فارغ بخاری نے ماہرین کی مجموعی رائے کے ضمن میں درست کہا ہے کہ:ً

''ماہرین کی رائے ہے کہ ہند و مت میں شود یو تا کی پرستش وادی سندھ کے باسیوں کے مذہب سے لی گئی ہے۔ یہ تمدن کوئی دو ہزار سال قائم رہا۔ یہ لوگ کانسی کے ہتھیار استعمال کرتے تھے اور غالبًا امن پسند تھے۔ چنانچہ جب ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح میں جنگجو آریا قوم موجودہ افغانستان سے اس برصغیر میں داخل ہوئی تو یہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور یہ تہذیب تقریباً معدوم ہو گئی''۔۸

ہندوستانی تہذیب پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے پشتونوں کا تذکرہ ہیروڈوٹس نے پکٹویکوں کے نام سے کیا ہے اور اس کا مزید تجزیہ سراولف کیرو نے بڑے سلیقے سے کیا ہے۔ کیرو کا تجزیہ کچھ اس طر ح ہے :

''ایشیا کا بیشتر حصہ دار یوس نے دریافت کیا۔ یہ جاننے کے لئے کے دریائے اندوس جو گھڑیال پیدا کرنے والے ایک اور دریا کو چھوڑ کر واحد دریا ہے اپنا پانی سمندر میں کس جگہ انڈیلتا ہے اس نے بہت سے ایسے آدمی بھیجے جن کی صداقت پر اعتماد کیا جا سکتا تھا

اور ان میں کاروانڈا اسکولیکس بھی شامل تھا۔ یہ لوگ شہر کسپاتورس اور پکٹویک کے ملک سے روانہ ہوئے اور دریا کے بہاؤ کے ساتھ مشرق کی طرف دریائی راستے سے سمندر کی طرف چلے۔ پھر وہ مغرب کی طرف مُڑ گئے اور تیس ماہ کے سفر کے بعد اس مقام پر پہنچے جہاں سے مصر کے بادشاہ نے لیبوا (افریقہ) کا چکر لگانے کیلئے فونیشیوں کو بھیجا تھا۔ یہ سفر ختم ہونے پر دار یوس نے ہندو یوں پر فتح پالی اور ان کے علاقہ میں سمندر کو اپنے استعمال میں لایا۔

ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہندی ہیں جو کسپاتوروس شہر اور پکٹیک ملک کی سرحدوں پر آباد ہیں یہ لوگ دوسرے ہندیوں کے مقابلہ میں شمال کی جانب اور شمالی ہوا کی سمت میں آباد ہیں اور ان کی بودوباش کے طریقے قریب قریب باختریوں جیسے ہیں۔ وہ تمام ہندیوں میں سب سے زیادہ جنگجو ہیں ۔

یہ بات قابل غور ہے کہ پہلی دو عبارتوں میں جن میں مصنف بالکل مختلف اور غیر متعلق نکات کا جائزہ لے رہا ہے شہر کسپاتوروس (Kaspaturos) کا تذکرہ کرتا ہے (شہر کا نام مفعول کی حیثیت سے استعمال ہونے کی صورت میں لفظ کے آخر سے پہلے حصہ پر زور پڑے) اور وہ اسی سانس میں پکٹویک کے ملک کا بھی تذکرہ کرتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے ذہن میں یہ دونوں ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ پرانے محقق جن میں ہندوستان کے لسانی جائزہ کے مصنف گریئرسن (Grierson) بھی شامل ہیں جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ہیروڈوٹس نے جن علاقوں کو پکتو (Paktues) یا پکتو یک کا نام دیا ہے و ہ قریب قریب وہی میں جواب پختون کہلاتے ہیں''۔۹

اولف کیرونے یہ تفصیلات اور تجزیہ اپنی انگریزی کتاب The Pathan میں پیش کیا ہے اس کتاب کا اُردُو ترجمہ سید محبوب علی نے کیا ہے جس کے ساتھ مولانا عبد القادر کا ایک مفصل اور علمی مقدمہ شامل کر دیا گیا ہے۔اولف کیرو سے پہلے ایک اور انگریز دانشور میجر اچ جی راورٹی نے پشتونوں کے تہذیبی پس منظراور اصل نسل (Origin) پر تحقیق کی ہے مگر اولف کیرو نے زیادہ وضاحت اور بہت سلیقے سے پشتونوں کی بنیاد، وادی سندھ کی تہذیب سے ان کے تعلق، گندھارا تہذیب، قدیم قندھار (آراچوسیا یا آراکوزیا)، باختری

آبادی اور قدیم دور میں پشتونوں کے مختلف ناموں کا بھی جائزہ لیا ہے۔ کیرو سے پہلے کی تحریریں اُن کی نظر میں تھیں جن میں کچھ یونانیوں کی تھیں اور کچھ اُن کے ہمعصر لوگوں کی۔ یونانیوں میں بروڈوٹس کی تحریروں کا کیرو نے بہت خوبصورت تجزیہ کیا ہے اور اپنے تجزیہ و تحقیق کی بنیاد پر پشتونوں کی وادیء سندھ سے رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اولف کیرو اپنے تجزیے میں آگے لکھتا ہے :

''ہیروڈوٹس دو مرتبہ پسکاپو روس (مناسب ترمیم کے ساتھ) کو دو مرتبہ پکٹو یک کا شہر قرار دیتا ہے۔ پکٹوؤں کا خاص ہتھیار خنجر ہے اور اس علاقہ میں رہنے والے قبیلے اپارتے اور گنداریوئے کہلاتے ہیں۔ دریائی سفر مشرق میں پکٹو یک کے دریا سے دریائے سندھ کی طرف کیا گیا تھا۔ ستا گودے کا قبیلے اور سب سے آخر میں یہ بیان کہ یہ لوگ جو پکٹو یک میں آباد ہیں، شمال میں رہنے والے ہندوستانیوں میں سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ یہ تمام تفصیلات دنیا کے اس خطہ کے واحد بیان پر ہو بہو صادق آتی ہیں۔ اس نتیجہ پر پہنچنا غیرمناسب نہیں ہے کہ ان عبارتوں میں شہر پشاور کا تذکرہ کیا گیا ہے جو پختوں یا گندھارا صوبہ کا صدر مقام ہے۔ اس میں گند ہاری جو بعد میں قندھاری کہلائے آفریدی اور غالباً خٹک مراد ہیں اور دریائی سفر دریائے کابل (لنڈے) سے شروع کیا گیا تھا جو دریائے سندھ کے راستہ سمندر پر ختم ہوا''۱۰

وادی سندھ کے تہذیب کو متاثر کرنے والے قدیم پشتون قبائل میں سے ساکا قبائل کو بعض محققین نے ترک بھی کہا ہے لیکن اکثر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ساکا پشتون تھے یا پشتو ساکائی تھے۔ لیکن بات تو وادی سندھ اور ہندوستا ن کی تہذیب کی ہو رہی ہے اسکوواضح کرنے کے لئے ہم عین الحق فرید کوٹی کا ایک حوالہ اس وضاحت کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ ساکا قبائل ترک نہیں پشتون ہیں، فرید کوٹی صاحب لکھتے ہیں :

''معلومہ تاریخ میں سب سے پہلے جس ترک قبیلے نے وادی سندھ پر حملہ کیا وہ 'ساکا' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وسط ایشیا کے خانہ بدوش اور جنگجو قبائل کا گروہ تھا۔ دارا گشتاسپ (۵۲۲تا۴۸۶قم) کے کتبوں میں اس قبیلے کا ذکر آیا ہے''۔۱۱

اب اس بات کی تفصیل میں آتے ہیں کا ساکائی زبان اور ساکا قبائل کا پشتو اور پشتونوں سے کیا تعلق ہے اور پھر ہندوستانی تہذیب و تمدن پر انہوں نے کیا اثرات مرتب

کیے ہیں۔ اس سلسلے میں سر اولف کیرو کا تجزیہ قدرے تفصیل سے پیش کرتے ہیں:

''اس میدان میں ان تمام محققوں کے مقابلے میں جنھوں نے پٹھانوں کی زبان کے متعلق مستند کتابیں لکھی ہیں مارگنسٹائرن (Morgen Stierne) کی تحقیقات جدید ترین ہیں اور وہ پٹھانوں کی زبان سے زیادہ واقف ہیں۔ وہ تحقیق کا مرد میدان ہونے کے ساتھ کتابوں کا کیڑا بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے پشتو یا پختو غالباً ساکابولی ہے۔ گندھارا کے ساکا حکمرانوں کے نام سکوں کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں اور اس زمانہ کے بہت سے لقب اور اصطلاحیں خروشتی رسم الخط میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ یہ تمام نام بد یہی طور پر ایرانی ہیں اور مشرقی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثالیں یہ ہیں : سپالاگاداما، (سپادا= فوج، گلہ مخفف، داما= لیڈر اصل لاطینی ڈومینس)، سپالاہورا(سپادا= فوج، امورا= روح یا خدا جیسے اطورا مزدا)، چستانا (پشتو چشتن پختو سختن مالک، شوھر)۔ ان الفاظ اور ایسے ہی بہت سے الفاظ میں 'د، کی جگہ 'ل، استعمال ہوتا ہے جو پشتو یا پختو زبان کی خصوصیت ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ مشرقی ایرانی نام اور لقب ساکاوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ کشان فرماں رواؤں کے عہد میں بھی جو گندھارا میں ساکاؤں کے جانشین ہوئے مستعمل رہے ہیں۔ کشان خود ساکا نہیں تھے ان کی رعایا کا بہت برا حصہ ساکا ضرور تھا۔ سِتھی سکوں اور کتبوں میں موازنہ کا یہ مواد مل جانے سے پختو زبان کا کم از کم ایک رجحان ثابت کرنے میں مدد مل گئی۔ لیکن یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ خانہ بدوش ساکا حملہ آور اس گندھارا میں داخل ہوئے جیسے اخامنشیوں نے دو سو سال کی حکمرانی کے بیشتر عرصہ میں ایرانی، پھر موریوں نے تقریباً ایک سو سال تک ہندوستانی اور پھر مزید ایک سو سال تک یونانی باختریوں نے یونانی بنائے رکھا تھا۔ بڑی بڑی تہذیبیں اس علاقہ میں نہ صرف رائج رہی تھیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہوئی تھیں۔ یہ علاقہ بعد کی طرح اس وقت بھی ایران اور ہندوستان کی مشترکہ سرحد پر تھا۔ اس لئے یہ بات تعجب خیز نہیں کہ آج کے پٹھانوں کی زبان میں بہت سے ہندوستانی عناصر دور تک سرایت کیے ہوئے نظر آتے ہیں''۔۱۲

ساکاؤں کو ترک سمجھنے کی وجہ سے ہندوستانی تہذیب کو متاثر کرنے والوں میں افغانوں کے ساتھ ترکوں کا بھی برابر کا تذکرہ ہوا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہندوستانی تہذیب پر ترکوں کے اثرات بھی نمایاں ہیں لیکن بعض اوقات افغانوں کے تہذیبی اثرات کو بھی ترکوں کے کھاتے ہیں ڈالا جاتا ہے۔ اسلام کے بعد ہندوستانی تہذیب پر مسلمانوں کے

تہذیبی اثرات میں ترک اسلئے بھی شامل کیے گئے ہیں کہ افغان اور ترک اسلامی و مذہبی کڑی میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک تھے اور سیاسی و جنگی کارناموں کے حوالے سے بھی۔ چنانچہ ڈاکٹر انور سدید نے بھی لکھا ہے کہ :

''ہندوستانی تہذیب کی نوعیت اسفنجی ہے۔ یہ بیرونی اثرات کا اثر چوس لیتی ہیں لیکن اپنا خارجی خول قائم رکھتی ہیں۔ برصغیر کی تاریخ کا یہ واقعہ حیرت انگیز ہے کہ ہندوستان ترکوں اور افغانوں کو اپنی خوشبو سے مسحور نہ کر سکا۔ مسلمان تناسخ کے برعکس حیات بعد الموت کے قائل تھے اور ان کے دین میں ذات پات کو اہمیت حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ ہند و تہذیب ان پر غالب آنے کے بجائے ان کے سامنے مغلوب ہوئی اور تبدیلی مذہب کا سلسلہ کئی سطحوں پر شروع ہو گیا۔ نچلی سطح کے لوگوں کو اسلامی مساوات نے متاثر کیا اور وہ اپنی داخلی تحریک پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ثانیا اونچے طبقے کے شرفا نے اسلام کو ایک ترقی پسند مذہب سمجھا اور اس کے حلقہ بگوش ہوئے۔ ثالثاً بعض امرانے مصلحت وقت کے تحت حکومت کی ہمنوائی کی اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے''۔۱۳

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا آغاز محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے ہوا تھا۔

''سندھ اور ملتان ۷۱۳ء میں فتح ہوئے تھے اس کے بعد کوئی ڈھائی تین سو سال تک راجپوت شمالی ہندوستان میں بے کھٹکے حکومت کرتے رہے اور باہر سے کوئی 'مسلمان تلوار کا دھنی ہندوستان میں نہیں آیا۔۹۸۰ء کے قریب امیر سبکتگین نے ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کی طرف نظر کی اور بعض اہم فوجی مقامات فتح کر کے آنے والوں کا راستہ صاف کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ محمد بن قاسم کی مہم کی طرح اس نے بھی کسی سوچی ہوئی سکیم کے مطابق نہیں بلکہ واقعات سے مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا''۔۱۴

یوں تقریباً تین سو سال ہندوستان پر عرب اور پھر راجپوت تہذیبوں کا اثر رہا لیکن ان کے بعد جب محمود غزنوی کے والد امیر سبکتگین غزنی میں تخت نشین ہوئے تو ایک بار پھر ترکوں اور افغانوں کے تہذیبی اثرات ہندوستان پر مرتب ہونے لگے۔

شیخ محمد اکرام مختلف تاریخی اسناد کی روشنی میں لکھتے ہیں :

''جب امیر سبکتگین ۹۷۶ء میں غزنی میں تخت نشین ہوا اور اس وقت کابل اور پشاور کا علاقہ پنجاب کے راجا جے پال کے زیر نگین تھا۔ افغانستان میں دونوں کی سرحدی ملتی تھیں۔ جے پال کو سبکتگین کی کشور کشائی ناگوار ہوئی تو وہ ایک لشکر لے کر غزنی کی طرف بڑھا۔ لمغان اور غزنی کے درمیان ۹۷۹ء میں جنگ ہوئی۔ جس میں جے پال نے شکست

کھائی اور اس سے صلح کیلئے ملتجی ہونا پڑا۔ سبکتگین کا بیٹا محمود جو اپنے باپ کے ہمرکاب تھا، صلح کے خلاف تھا لیکن جب جے پال نے یہ پیغام بھیجا کہ ہم شکست کی صورت میں اپنے مال و دولت،نقد و جنس کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھ سے فنا کر کے بے جگری سے لڑتے ہیں تو محمود بھی خاموش ہو گیا''۔۱۵

سبکتگین کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حکومت شروع کی۔ اس سلسلے میں شیخ محمد اکرام آگے لکھتے ہیں:

''سبکتگین نے ۹۹۷ء میں وفات پائی اور اس کی جگہ محمود تخت نشین ہوا جس کی فتوحات کا سلسلہ سکندر اعظم کی یاد دلاتا ہے۔ اس نے جے پال کے خلاف لڑائی جاری رکھی اور ۱۰۰۱ء میں اٹک کے قریب اسے شکست دی۔ جے پال کے بعد اس کا بیٹا انند پال تخت نشین ہوا۔ اس نے بے سمجھی سے ۱۰۰۵ء میں جب محمود ملتان کے اسمعیلی حاکم ابو الفتح داؤد کے خلاف انتقامی کاروائی کر رہا تھا، محمود پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی اور کشمیر بھاگ گیا۔ اگلے سال محمود نے انند پال کو ''مخالفت کی مزید سزا'' دینے کا ارادہ کیا اور پشاور کے قریب اس کے عظیم لشکر کو شکست دے کر ہندوستان میں داخل ہوا اور کانگڑہ تک چڑھ آیا۔ اس کے بعد اس نے ہندوستان پر کئی حملے کیے اور متھرا، قنوج اور سومنات وغیرہ سے بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ محمود نے ان مقامات پر کوئی حکومت قائم نہ کی لیکن اخیر میں لاہور کی حکومت اپنے غلام ایاز کو دے گیا۔ محمود نے ۱۰۳۰ء میں وفات پائی''۔۱۶

اس کے بعد ہندوستان پر غوری، خلجی، تغلق اور لودھی خاندانوں کی حکمرانی رہی جو تمام افغانی تھے، خلجیوں اور تغلقوں کو ترکوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن وہ افغانی تہذیب ہی کو ہندوستان میں لائے تھے۔ اس سلسلے میں جناب فارغ بخاری مزید رہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں مغلوں سے پہلے جتنی مسلمان حکومتیں گزریں وہ سب کی سب افغان تھیں۔ سوری، لودھی، خلجی حتی کہ سادات کے متعلق بھی فرشتہ کا کہنا ہے کہ وہ افغان ہی تھے جو بعد میں سادات بن بیٹھے۔ باقی رہا خاندان غلاماں سو وہ بھی افغانوں ہی کے غلام تھے۔ لودھیوں کے دور میں اندرونی اختلافات کی وجہ سے افغان سرداروں نے سازش کرکے بابر کو بلایا۔ اس وقت افغانستان بابر کے تسلط میں آچکا تھا۔ اس کی کابل سے محبت اس وصیت سے ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد اس نے کابل میں دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی

تھی۔ ادھر بابر نے فوج کشی کی تو اس کے ہمراہ زیادہ تر افغانی فوج ہی تھی۔ مختصر یہ کہ پنجاب اورہندوستان پر روز اول ہی سے افغان مکمل طور پر چھائے رہے۔ ان کا عہد ختم ہو گیا تو بھی مغلوں کے دور میں افغانوں ہی کا دورہ رہا کیونکہ فوجی طاقت افغانوں ہی کے ہاتھ میں تھی۔ افغانوں کے اسی غلبے سے مجبور ہو کر بابر نے ان کی بیشتر روایات کو اس طرح قائم رکھا''۔۱۷

غرضیکہ ہندوستان میں سبکتگین اور محمود غزنوی کے دور حکمرانی میں افغانی مع اپنی تہذیب کے موجود تھے۔ اسی دور میں قندھار و غور سے لے کر ملتان و سندھ تک پہاڑی علاقوں میں افغانی بستے تھے۔ چنانچہ البیرونی نے بھی لکھا کہ:

''ہندوستان کے پچھّم (مغرب کے پہاڑوں) میں مختلف افغانی قبیلے رہتے ہیں جن کا سلسلہ ملک سندھ کے قریب ختم ہوتا ہے''۔۱۸

البیرونی کی تائید میں چند دیگر حوالے بھی حافظ محمود شیرانی نے نقل کیے ہیں لیکن خلیجوں کو انہوں نے افغانیت سے خارج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''افغان ہندوستان کے مغربی پہاڑوں میں دریائے سندھ تک آباد تھے۔ البیرونی ایک مقام پر ان کو افغانوں کے نام سے یاد کرتا ہے، دوسرے مقام پر ہندو لکھتا ہے۔ ابو الفرج رونی افغانوں اور جاٹوں کو مشرک کہہ رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے افغان ان ایام میں تابع اسلام نہیں تھے۔ سیاسی اعتبار سے افغان ہر زمانے میں اہمیت رکھتے تھے۔ سلطان محمود نے دو مرتبہ ان کی گو شمالی کی ہے۔ مسعود شہید نے ان کے خلاف فوج بھیجی ہے۔ مسعود ثالث نے بھی ان کو سزا دی ہے لیکن ہندوستان میں آ کر فوجوں میں ہمیشہ بھرتی ہوتے تھے۔ تغلقوں کے عہد میں وقعت حاصل کرتے ہیں۔ اگر چہ خلجیوں کی طرح افغان بڑی تعداد میں ہندوستان کی طرف ہجرت نہیں کرتے تا ہم ایک معتدبہ تعداد ان کی ہر زمانے میں یہاں رہتی ہے۔ دہلی سے چار کوس کے فاصلے پر افغان پور ایک قصبہ تھا جو غلاموں کے زمانے میں آباد تھا اور اس میں افغان ہی آباد تھے''۔۱۹

حافظ محمود شیرانی نے اپنے تحقیق میں البیرونی سے استفادہ کیا ہے ۔ابو ریحان محمد البیرونی وہ شخص تھے جو محمود غزنوی کے ساتھ اُنکے مہمات کے دوران آئے تھے اور وادی سندھ کے تہذیبی شناخت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کی تھی جس کو اُن کی معروف کتاب ''الہند'' میں دیکھا جا سکتا ہے ۔

خلاصہ:

مختلف تاریخی آثار اور تحقیقی حوالہ جات میں ہم نے دیکھا کہ پشتون عرصہ دراز سے وادی سندھ کی تہذیب (جس کو ہم ہندوستانی تہذیب و تمدن کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں) سے جڑے ہوئے ہیں۔ قبل از اسلام کے دور میں ویدی تمدن اور ویدی ادب برصغیر کی تاریخ کا معتبر حوالہ سمجھا جاتا ہے اور اس دور کے تاریخی و تمدنی آثار میں بھی پکھتین کے نام پشتونوں کی تہذیبی شناخت کا تذکرہ یہ واضح کرتا ہے کہ قدیم ترین تاریخی متون میں اس قوم کا تذکرہ ان کی اپنی تہذیبی شناخت کے ضمن میں موجود ہے۔ اسی طرح ویدی دور سے لے کر ظہور اسلام کے دور تک پشتون کسی نہ کسی صورت میں وادی سندھ کی تہذیب یا ہندوستانی تہذیب و تمدن سے وابستہ رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد بھی برصغیر کا تاریخی منظر نامہ واضح کرتا ہے کہ پشتون برصغیر کے اطراف و اکناف میں نہ صرف اپنی تہذیبی شناخت کے ساتھ موجود ہیں بلکہ وہ ہندوستان کے چپے چپے پر حکمرانی بھی کرتے چلے آتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر خطے کے عوامی رویئوں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر حکمران طبقہ کا ثقافتی و معاشرتی اثر ہوتا ہے لہذا پشتونوں نے بھی اپنی حکمرانی کے دور میں ہندوستانی تہذیب و تمدن پر وہ گہرے نقوش چھوڑے جن کے آثارلمحہ ء موجود تک پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم خلاصہ اور نتیجہ کے طور پر مختلف تاریخی حوالہ جات کے تناظر میں کہہ سکتے ہیں کہ وادی ء سندھ کا تہذیبی منظر نامہ اور ہندوستانی تہذیب و تمدن پشتونوں کے اثر سے کسی بھی دور میں لاتعلق نہیں رہا۔ یوں پشتونوں کی تہذیبی شناخت وادی سندھ کی تہذیبی شناخت کا عرصہ قدیم سے حصہ رہا ہے اور یہ اثرات آج تک موجود ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، *تمدن ہند* (مترجم سید علی بلگرامی) مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۲ء ص ۱۴۹۔

۲۔ حبیبی، عبد الحیٔ پروفیسر، *دا افغانستان لنڈ تاریخ* (افغانستان کی مختصر تاریخ) دانش کتابخانہ پشاور، ۱۳۷۸ھ ش، ص۹۔

۳۔ وی ایم میسن (V.M. Masson) بحوالہ اُردو زبان کی قدیم تاریخ از عین الحق فرید کوٹی، عزیز بک ڈپو، لاہور، طبع چہارم ۱۹۹۶ء، ص ۲۴۹۔

4- Grierson (GA) Linguistic, *Survey of Pakistan V-I*, Accurate Printers, Lahore, Pakistan. p. 115.

۵۔ یوری گنگوفسکی، *پاکستان کی قومتیں*(مترجم اشفاق بیگ) دار لا شاعت ترقی ماسکو ۱۹۷۶ء، ص ۵۳۔

6- Grierson (G.A), *Linguistic Survey of Pakistan,* V-I, p. 115.

7- Ibid., p. 115.

۸۔ بخاری خیال بحوالہ *تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند*، چودھویں جلد (از گروپ کیپٹن سید فیاص محمود) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طبع اول، ۱۹۷۱ء ص ۲۱۱۔

۹۔ کیرو، سراولف، پٹھان (مترجم سید محبوب علی)، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، تیسری بار ۲۰۰۰ء،ص۵۵-۵۷ء

۱۰۔ ایضا ص ۴۲، ۷۳۔

۱۱۔ فرید کوٹی، *عین الحق*، اُردو کی قدیم تاریخ، ص ۲۵۷۔

۱۲۔ کیرو، سراولف، پٹھان، ص ۱۰۴- ۱۰۷۔

۱۳۔ سدید، انور، ڈاکٹر، *اُردو ادب کی تحریکیں*، انجمن ترقی اُردو پاکستان، اشاعت دوم ۱۹۹۱ء، ص ص ۱۶۰،۱۶۱۔

۱۴۔ اکرام، *شیخ محمد*، *آب کوثر*، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۵۵۔

۱۵۔ ایضاص ۵۵،۵۶۔

۱۶۔ ایضا۵۹،۶۰۔

۱۷۔ بخاری، فارغ، ادبیات سرحد، (جلد سوم) نیا مکتبہ پشاور، ۱۹۵۵ء، ص ۳۳۔

۱۸۔ البیرونی، *کتاب الہند*، جلد اول (مترجم سید اصغر علی) انجمن ترقی اُردو ہند دہلی ۱۹۴۱ء ص۲۷۷۔

۱۹۔ شیرانی حافظ محمود، پنجاب میں اُردو(*حصہ اول*) *مقتدرقومی زبان*، ۱۹۸۸ء، ص ص ۵۶،۵۷۔